



معمولات زندگی، ثقافت اور سیاست

حصہ III میں ہم آپ کو روزمرہ کی زندگی کی تاریخ سے واقف کرائیں گے۔ آپ یہاں کھیل کود اور ملبوسات کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔ تاریخ صرف واقعات کا مطالعہ ہی نہیں بلکہ زندگی میں پیش آنے والی معمولی باتیں بھی تاریخ کا اُتنا ہی اہم حصہ ہیں۔ یہ ہم کو زندگی میں پیش آنے والی معمولی باتوں سے بھی تعارف کراتی ہے۔ ہمارے گرد و پیش میں جو کچھ بھی موجود ہے، اس کی بھی ایک تاریخ ہے۔ مثلاً وہ لباس جو ہم پہنتے ہیں، وہ کھانا جو ہم کھاتے ہیں، وہ موسیقی جو ہم سنتے ہیں، وہ ادویہ جو ہم استعمال کرتے ہیں، وہ ادب جس کا ہم مطالعہ کرتے ہیں اور وہ کھیل جو ہم کھیلتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں وقت کے ساتھ نہیں بدلی ہیں۔ روزمرہ کی یہ ضروریات ہماری زندگی سے اُس حد تک وابستہ ہیں کہ ان کی طرف خاص طور سے ہمارا دھیان نہیں جاتا۔ ہم ایک لمحے کے لیے یہ بھی نہیں سوچتے کہ سوسال پہلے ان میں سے کون سی چیزیں کیسی رہی ہوں گی یا یہ کہ مختلف معاشرے کے لوگ غذا اور لباس کے بارے میں کتنی مختلف رائے رکھتے ہیں۔

ساتواں باب کھیل کود کی تاریخ پر ہے۔ آپ اس تاریخ کا مطالعہ ایک ایسے کھیل کی کہانی کے ذریعہ کریں گے جو چند عشروں سے قوم کے ذہنوں پر سوار ہے۔ کرکٹ کی خبر آج کے اخبار میں شاہ سرخیوں میں آتی ہے۔ کرکٹ میچ کا انعقاد مختلف ممالک کے درمیان دوستی قائم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے اور کرکٹ کا ہر کھلاڑی اپنے ملک کا سفیر مانا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج کرکٹ کا کھیل ہندوستان کے اتحاد کی نمائندگی کرتا ہے۔ لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ ایسا ہمیشہ سے ہی نہیں تھا؟ اس باب میں ہم کھیل کی طویل اور نشیب و فراز سے پُر تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔

ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ڈیڑھ سوسال پہلے کرکٹ صرف انگریزی کھیل تھا۔ اس کی ایجاد انگلینڈ میں ہوئی تھی اور جلد ہی اس کا نزدیکی تعلق انیسویں صدی کے وکٹوریائی سماج و ثقافت کے رنگ میں رنگ گیا۔ ان کے نزدیک یہ کھیل اُن کی اقدار مثلاً نظم و ضبط، شریف الطبعی اور انصاف پسندی کی نمائندگی کرتا تھا۔ اور اس کو اسکولوں میں جسمانی ترتیب کے ایک وسیع پروگرام کے حصے کی حیثیت سے شروع کیا گیا تھا۔ لڑکیوں کو لڑکوں کا کھیل کھیلنے کی اجازت نہیں تھی۔ انگریزوں کے ساتھ ساتھ کرکٹ کا کھیل نوآبادیات میں بھی پھیل گیا۔ یہاں بھی اُن کا مقصد انگریزیت کے اقدار کو برقرار رکھنا تھا جو لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک مثالی شہری بنانے کا ایک ذریعہ تھا۔

نوآبادیاتی آقاؤں کا یہ تصور تھا کہ اس کھیل کو حقیقی جذبے اور قدرتی انداز سے صرف وہی کھیل سکتے تھے۔ لیکن اُن کے لیے یہ کھیل غم کا باعث اُس وقت بنا جب نوآبادیات کے لوگ صرف اُس کو کھیلتے ہی نہیں تھے بلکہ اُن سے بہتر بھی کھیلنے لگے اور بعض موقعوں پر اُن کو شکست بھی دی۔ اس طرح یہ کھیل اب

نوآبادیاتی نظام اور قوم پرستی کی سیاست کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

نوآبادیات کے اندر اس کھیل کی تاریخ نہایت پیچیدہ ہے۔ جیسا کہ آپ کو ساتواں باب بتائے گا کہ یہ کھیل ذات اور مذہب، فرقے اور قوم سے وابستہ ہو گیا۔ ایک قومی کھیل کی حیثیت سے کرکٹ کا نمودار ہونا تاریخی ترقی کے متعدد عشروں کا نتیجہ تھا۔

کرکٹ سے آپ ملبوسات (آٹھواں باب) کی جانب بڑھیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ کس طرح ملبوسات کی تاریخ کے مطالعہ سے ہم معاشرے کی تاریخ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ لباس جو عوام پہنتے ہیں، سماجوں کے اصولوں اور ضابطوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ لوگوں کے حسن کے شعور، وقار اور مناسب کردار اور برتاؤ کے رجحانات کو ظاہر کرتے ہیں۔ سماجوں کے بدلنے کے ساتھ ساتھ یہ ضابطے بھی بدل جاتے ہیں۔ لیکن سماج کے یہ ضابطے اور طرز لباس میں یہ تبدیلیاں ایک طویل جدوجہد کے نتیجے میں رونما ہوتی ہیں۔ ان کی بھی ایک تاریخ ہے۔ اور یہ ایک صرف قدرتی عمل نہیں ہوتا۔

باب VIII آپ کو اسی تاریخ سے متعارف کرائے گا۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ انگلینڈ اور ہندوستان میں طرز لباس کی تبدیلیاں ان سماجوں کے اندر چل رہی سماجی تحریکات اور معیشت کے اندر آئی تبدیلیوں کا نتیجہ ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ملبوسات کے ساتھ بھی نوآبادیاتی نظام اور قوم پرستی، ذات اور طبقے کی سیاست کا نزدیکی رشتہ قائم تھا۔ ملبوسات کی تاریخ کے مطالعہ سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم سودیشی کی سیاست اور چرنے کی علامت کے متعدد نئے مفہوم سمجھیں گے۔ ملبوسات کی یہ تاریخ مہاتما گاندھی کو سمجھنے میں ہماری بہتر طریقے سے مدد کرتی ہے۔ کیونکہ آپ تنہا ایسے فرد تھے جو ملبوسات کی سیاست کے تحت بے حد حساس تھے اور اس مسئلے پر تفصیل سے لکھا ہے۔

اگر ایک بار آپ ایسے ہی دوسرے مسائل کے پس پردہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ معمولی زندگی کے ایسے دوسرے پہلوؤں کے بارے میں تاریخی سوال پوچھنا شروع کر دیں گے جو اب تک آپ کے لیے باعث توجہ نہیں تھے۔

تاریخ اور کھیل کود: کرکٹ کی کہانی



شکل 1: دنیا میں موجود کرکٹ کا قدیم ترین بلا۔ ہاکی کی طرح مڑے ہوئے سرے کو نوٹ کیجئے۔

کرکٹ کا کھیل انگلینڈ میں پانچ سو برس پہلے الگ الگ قاعدوں کے تحت گیند بلے کے ساتھ کھیلے جانے والے کھیلوں سے نکلا۔ لفظ بیٹ قدیم انگریزی لفظ ہے جس کا سادہ سا مطلب چھڑی یا لاٹھی ہوتا ہے۔ سترہویں صدی آتے آتے کرکٹ نے اس درجہ مقبولیت حاصل کی کہ اس کی شناخت ممتاز کھیل کی حیثیت سے ہونے لگی اور اس کے شائقین کے لئے اتوار کے روز چرچ جانے کی بجائے کرکٹ کھیلنے پر جرمانہ ہونے لگا۔ اٹھارہویں صدی کے وسط تک کرکٹ کے بلے معمولی ہاکیوں کی طرح تھے جو نیچے کی طرف باہر کی جانب گھومے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ بالکل صاف تھی۔ چونکہ گیند زمین پر لڑھکا کر پھینکی جاتی تھی اور بیٹ کے مڑے ہوئے سرے سے گیند کو مارنا آسان تھا۔

کس طرح انگلینڈ کے گاؤں میں کھیلے جانے والے کرکٹ نے ایک جدید شکل اختیار کر لی ہے جو کہ آج اسے بڑے بڑے شہروں کے بھاری بھرکم میدانوں (اسٹیڈیموں) میں کھیلا جا رہا ہے۔ یہ تاریخ کے مطالعے کے لئے ایک مناسب موضوع ہے کیونکہ تاریخ کا مقصد یہ جاننا بھی ہے کہ جو چیزیں آج ہمارے سامنے ہیں وہ کن مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچیں۔ کھیل کود آج زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس سے ہم اپنا دل بہلاتے ہیں، ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں، چاق و چوبند رہتے ہیں اور اپنی سماجی رواداریوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اگر آج کروڑوں ہندوستانی اپنی کرکٹ ٹیم کا شٹ یا ایک روزہ میچ دیکھنے کے لئے اپنے تمام کاموں کو چھوڑ سکتے ہیں تو پھر یہ ہندوستان کی تاریخ کے لئے ایک معقول بات ہوگی کہ اس کی چھان بین کی جائے کہ جنوب مشرقی انگلینڈ سے نکلا ایک کھیل ہندوستانی برصغیر کے لوگوں کا سب سے بڑا جنون کیسے بن گیا جو سب کے ذہنوں پر حکمرانی کرنے لگا۔ کرکٹ جیسے موضوع کی تاریخ کا پتہ لگانا اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ کرکٹ کا یہ کھیل نوآبادیاتی نظام اور قوم پرستی کی

ایک وسیع تاریخ سے وابستہ تھا اور کسی مذہب اور ذات کی سیاست کے ذریعے اسے ایک مخصوص شکل حاصل ہوئی۔



شکل 2: 1821ء میں انگلینڈ میں لارڈ کے کرکٹ گراؤنڈ میں ایک آرٹسٹ کا کھینچا ہوا خاکہ۔

کرکٹ کی تاریخ میں پہلے ہم اس بات کا مطالعہ کریں گے۔ کہ انگلینڈ جیسے ملک میں یہ کس طرح پھلا پھولا اور بعد میں اس دور کے جسمانی تربیت اور سبق کے وسیع کلچر پر بھی بحث کریں گے۔ اس کے بعد ہندوستان کے بارے میں بات ہوگی اور ملک کے اندر کرکٹ کو اپنانے کی تاریخ پر بحث ہوگی اور کھیل کی جدید کاپیلاپٹ کو تلاش کیا جائیگا۔ ان میں سے ہر جزو میں ہم دیکھیں گے کہ اس کی تاریخ اپنے وقت کی سماجی تاریخ سے کس طرح جڑی ہوئی ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے دوران، انگلینڈ کی سماجی اور معاشی تاریخ نے جو کرکٹ کے شروعاتی سال تھے، اس کھیل کو منفرد شکل عطا کی۔

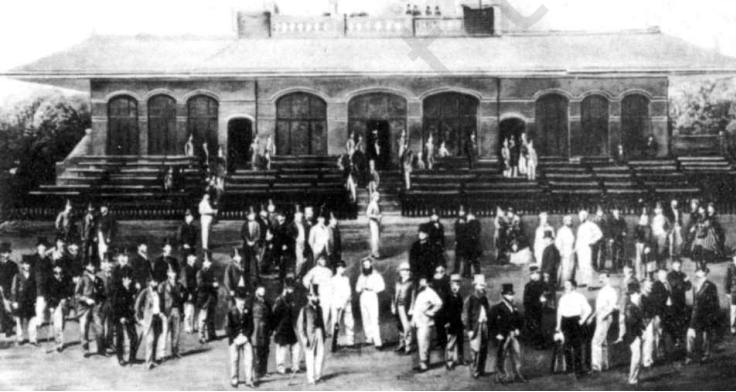
ٹسٹ میچ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ پانچ دنوں تک چلتا ہے اور پھر بھی بنا کسی فیصلے کے ختم ہو سکتا ہے۔ ٹیم کی شکل میں کھیلا جانے والا ایسا کوئی دوسرا کھیل نہیں جس میں اس کا آدھا وقت بھی لگتا ہو۔ عام طور سے فٹبال کا کھیل ڈیڑھ گھنٹے کے اندر ہی پورا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ بیس بال (گیند اور بلے کا ایک کھیل) جو دوسرے کھیلوں کے مقابلے زیادہ وقت لیتا ہے، اُس کو بھی نوپاریاں ایک روزہ کرکٹ کی آدھی مدت میں پوری ہو جاتی ہیں۔

کرکٹ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ بیچ کی لمبائی تو بائیس گز متعین کی گئی ہے لیکن گراؤنڈ کا سائز کوئی طے نہیں ہوتا۔ ہاکی اور فٹبال جیسے زیادہ تر ٹیم کی شکل میں کھیلے جانے والے دوسرے کھیلوں میں میدان کا سائز تو متعین ہوتا ہے لیکن کرکٹ میں ایسا نہیں۔ کرکٹ کا میدان ایڈیلیڈ اول کی طرح بیضوی شکل کا بھی ہو سکتا ہے اور چوڑائی کے چپاکی کی طرح دائرہ نما بھی۔ میلبورن کرکٹ گراؤنڈ میں گیند کو باہر پہنچانے میں دہلی کے فیروز شاہ کوٹلہ گراؤنڈ کے مقابلے زیادہ لمبا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔

کرکٹ کے اس نرالے پن کی ایک تاریخی وجہ ہے۔ کرکٹ ٹیم کی شکل میں کھیلا جانے والا ایک ایسا سب سے پہلا کھیل ہے جس کو ضابطہ بند کیا گیا۔ اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ فٹ بال اور ہاکی جیسے کھیلوں سے بہت پہلے ہی کرکٹ کے لئے ضابطے اور قواعد کا تعین ہو چکا تھا تا کہ اس کو یکسانیت اور معیاری شکل میں کھیلا جاسکے۔ پہلے ”کرکٹ کے قوانین“ کو 1744 میں تحریر کی شکل دی گئی۔ اس میں لکھا ہے ”منتظمین موجود ایماندار آدمیوں میں سے دو امپائروں کا انتخاب کریں گے جن کو تمام اختلافات کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ وکٹوں کی بلندی 22 انچ اور اُس پر رکھی رکھی گئی چھانچ کی ہوگی۔ گیند کا وزن پانچ اور چھ اونس کے درمیان ہونا چاہئے اور دونوں وکٹوں کے درمیان فاصلہ 22 گز رکھا جائے گا۔“ بلے کی

بناوٹ اور سائز کی کوئی حد نہیں رکھی گئی۔ ایسا لگتا ہے کہ 40 چکر یارن ایک بڑا اسکور مانا جاتا تھا، غالباً اور اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ گیند باز بلے بازوں کی ٹانگ کو ہی نشانہ بنا کر بال پھینکتا تھا اور اس حالت میں جب کہ بلے باز کے پاس پیڈ بھی نہیں ہوتا تھا۔ 1760 کے دہے میں دنیا کا پہلا کرکٹ کلب ہمبلڈن میں اور 1787 میں میریلبن کرکٹ کلب (ایم سی سی) قائم ہوا۔ 1788 میں ایم سی سی نے ترمیم کردہ ایک نئے قانون کی فہرست شائع ہوئی اور اس طرح ایم سی سی کرکٹ کے ضابطوں کا سرپرست بن بیٹھا۔

ایم سی سی کے اس ترمیم کے نتیجے میں اٹھارہویں صدی کے دوسرے نصف کے بعد ایک نئی تبدیلیوں کا سلسلہ شروع ہوا 1760 اور 1770 کے دہوں میں گیند کو



شکل 3: 1874 میں میلبورن کرکٹ کلب (ایم سی سی) کا پولین (کھیل کا میدان)

CRICKET

A GRAND MATCH
WILL BE PLAYED IN
LORD'S GROUND,
MARLBORNE,
On MONDAY, JULY 31, 1848, & following Day.
The Gentlemen against the Players.

Gentlemen.	PLAYERS.	Players.
Sir F. BATHURST		BOX
E. ELMHURST, Esq.		CLARK
N. FELIX, Esq.		DEAN
H. FELLOWES, Esq.		GUY
R. T. KING, Esq.		HILLYER
J. M. LEE, Esq.		LILLYWHITE
A. MYNN, Esq.		MARTINGALE
W. NICHOLSON, Esq.		PILCH
O. C. PELL, Esq.		W. PILCH
C. RIDDING, Esq.		PARR
G. YONGE, Esq.		WISDEN

MATCHES TO COME.

Wednesday, August 2nd, at Lord's—Harrow against Winchester
Thursday, August 3rd, at Lord's—Eton against Harrow
Friday, August 4th, at Lord's—Winchester against Eton

DARK'S newly-invented LEG GUARDS, also his TUBULAR and other INDIA-RUBBER GLOVES, SPIKED SOLES for CRICKET SHOES, & CRICKET BALLS, to be had of R. Dark, at the Tennis Court.

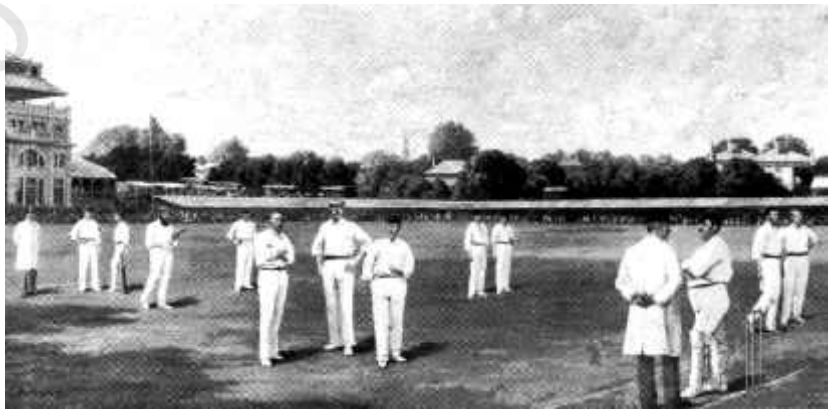
Cricket Bats and Stumps to be had of M. Dark, at the Manufactory on the Ground.
Admittance 6d. Stabling on the Ground. Ordinary at 3 o'clock.
Morgan, Printer, 36, Church Street, adjoining the Marlborough Theatre.

شکل 5: یہ پوسٹر 1984 میں لارڈز کے میدان میں میچ کا اعلان کرتا ہے۔ یہ شوقیہ کھیلنے والوں اور پیشہ وروں کے درمیان فرق کو دکھاتا ہے جس میں ان کو چٹلین اور پلیرز کہا گیا ہے۔ انیسویں صدی کے میچوں کے پوسٹر تھیٹر کے پوسٹروں کی طرح تھے جو کھیل کی ڈرامائی نوعیت بتاتے تھے۔

کھیلنے والے میدان کی باؤنڈری پر دونوں کیپٹن کے انتخاب پر راضی رہیں گے۔

اگر آپ کھیل میں استعمال ہونے والے سامان کو دیکھیں تو کرکٹ میں بدلتے زمانے کے ساتھ ساتھ کتنی تبدیلیاں آئیں، اس کے باوجود اس کی شکل وہی انگلینڈ میں اس کی ابتدائی خصوصیات کے مطابق رہی۔ کرکٹ میں استعمال ہونے والے اہم ترین سامان صنعتی زمانے کے پہلے کے قدرتی سامان سے بنایا جاتا ہے۔ مثلاً بلاکٹری سے بنایا جاتا ہے اور اسی طرح سے وکٹیں اور بیلز (گلی) بھی۔ گیند چمڑے، ستلی اور کارک سے بنتی ہے۔ آج تک بلا اور گیند دونوں ہی صنعتی طور سے نہیں بنتے بلکہ یہ دستی کاری گری کا نتیجہ ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بلے میں استعمال ہونے والے سامان میں تھوڑی کمی واقع ہوئی۔ شروع میں یہ لکڑی کے ایک ہی ٹکڑے کو کاٹ کر بنایا جاتا تھا۔ اب یہ دو ٹکڑوں سے مل کر بنایا جاتا ہے۔ اس کا نچلہ حصہ (بلیڈ) بید کی لکڑی سے بنتا ہے اور اس کا دستہ بیت کی لکڑی سے بنایا جاتا ہے جو ایشیا میں قائم ہوئے یورپین نوآبادکاروں اور تاجر کمپنیوں کو بآسانی حاصل تھی۔ گالف اور ٹینس سے بالکل الگ ہٹ کر کرکٹ نے اپنے ساز و سامان کو پلاسٹک اور فائبر گلاس جیسے ہاتھ سے بنے صنعتی سامان سے نہیں بنایا، اور آخر میں آکر دھات کو بھی تختی سے مسترد کر دیا۔ آسٹریلین کرکٹر ڈینس لی نے اپنی انگ ایومونیم کے بیٹ سے کھیلنے کی کوشش کی لیکن امپائروں نے اس کو غیر قانونی قرار دیا۔

لیکن جہاں تک تحفظاتی سامان کا تعلق ہے کرکٹ ٹکنالوجی کی تبدیلی سے متاثر ہوئے بنانہ رہ سکی۔ 1848 وکٹنا ٹرڈر برکی ایجاد کے بعد پیڈ کا استعمال شروع ہوا اور اس کے بعد تحفظاتی دستانوں کا بھی استعمال شروع ہو گیا۔ اور مزید آگے چل کر دھات اور کیمیائی طریقے سے بنے ہلکے (ہیلمیٹ) کے بغیر تو اس جدید کھیل کا تصور بھی مشکل ہو گیا۔



شکل 6: 1895 میں لارڈز کے میدان میں بیننگ کے لئے آتے ہوئے افسانوی بلے باز ڈبلیو۔ جی۔ گریس وہ پلیرز کے خلاف چٹلین کی طرف سے کھیل رہے تھے۔

1.1 کرکٹ اور وکٹوریائی انگلینڈ

شوقین: وہ شخص جو کسی سرگرمی کو وقت گزاری کے لئے کرے نہ کہ ملازمت کے طور پر۔
سرپرستی: مخصوص مقصد کے مالی سہارے کے لئے دولت مند ادا کرنے والوں کی رضامندی۔
چندہ: مخصوص مقصد کے لئے جمع کی گئی مالی امداد۔

کرکٹ کی تنظیم پر انگلینڈ کی سماجی نوعیت کا گہرا اثر دکھائی دیتا ہے۔ وہ مالدار لوگ جو تفریح طبع کے لئے کھیلنے کا خرچ برداشت کر سکتے تھے۔ شوقیہ کھلائے اور وہ غریب لوگ جو اس کو پیشے کے طور سے کھیلتے تھے پیشہ ور کھلائے جانے لگے۔ مالداروں کی شوقیہ ہونے کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کھیل کو موجِ مستی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ تفریح کی خاطر کھیلنا نہ کہ پیسے کے لئے، اعلیٰ طبقے کی شان میں اضافہ کرتا تھا۔ دوسری یہ وجہ تھی کہ اس کھیل سے اس درجہ کم پیسہ حاصل تھا جس سے اُن کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ سرپرستی یا داخلہ ٹکٹ کی مدد سے پیشہ وروں کو اُجرتوں کی ادائیگی کی جاتی تھی۔ کھیل صرف موسمی تھا اور اس

ماخذ A

تھامس ہیوجز (1822-96) تھامس ارنلڈ کی ہیڈ ماسٹری کے زمانے میں رنگی اسکول کا طالب علم تھا۔ اپنے اسکول کے تجربے کی بنیاد پر اُس نے ایک ناول ”ٹام براؤن اسکول ڈیز“ (Tow Brown's Schooldays) لکھا۔ جو 1857 میں شائع ہوا، اور کافی مقبول ہوا۔ اس ناول نے ایسے خیالات پھیلانے میں مدد کی جو قوتی بازو عیسائیت (Muscular Christianity) (کنگنز لے کے تصور کے مطابق عیسائی کی چونچال زندگی) کہلائے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عیسائی نصب العین اور کھیلوں کے ذریعہ ایک صحت مند شہری بننا چاہئے۔

اس کتاب میں ٹام براؤن جیسے ایک بزدل نازک و گھر کی ہڑک میں مبتلا لڑکے کو ایک پھر تیلے مردانہ طالب علم میں بدل دیا گیا۔ اب وہ ایک ایسا ہیرو بن گیا جو اپنی جسمانی ہمت، کھیل کے جذبے، وفاداری اور حب الوطنی کے لئے مشہور ہوا۔ اس کی یہ کاپلٹ پبلک اسکول کے نظم و ضبط اور کھیل کے ضابطوں کی وجہ سے ہوئی۔

اقتباسات:

”اپنے طنز پر تیر بند کرو“ ماسٹر نے کہا کہ ”اب میں کھیل کو سائنٹفک طور پر سمجھ گیا ہوں۔ اور یہ واقعی ایک نفیس کھیل ہے۔“
”ہے کہ نہیں؟ لیکن یہ صرف کھیل نہیں، بلکہ یہ تو ایک ادارہ ہے۔“ ٹام نے کہا۔

آرتھر بولا، ”بالکل“ یہ برطانیہ کے ہر چھوٹے بڑے بچے کا پیدائشی حق ہے۔ اس کی حیثیت ایسی ہے کہ برطانیہ کے معمر لوگوں کے لئے پیش عدالت (Habeas Corpus) اور عدالتی شنوائی کی۔

ماسٹر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”ایک دوسرے پر انحصار اور نظم و ضبط جس کی تعلیم دیتا ہے، میرے خیال میں اس کو ایک ایسا ہی بے غرض کھیل ہونا چاہئے۔ یہ کسی فرد کو گیارہ کھلاڑیوں کی ٹیم میں شامل کر دیتا ہے۔ وہ اس لیے نہیں کھیلتا کہ وہ جیتے بلکہ اُس کی ٹیم جیتے۔“

ٹام بولا، ”یہ تو بالکل سچ ہے، اور اسی لیے فٹ بال اور کرکٹ دوسرے روایتی کھیلوں کے مقابلے زیادہ مقبول و محبوب ہیں کیونکہ دوسرے کھیلوں میں انسان اپنی ذاتی حیثیت کے لیے کھیلتا ہے نہ کہ اپنی ٹیم کی جیت کے لیے۔“

ماسٹر بولا، ”اور گیارہ کھلاڑیوں کا کپتان ہے، اسے کیا کہنے اسکول کی دنیا میں اُس کا عہدہ کیا ہی شاندار ہے.... جس میں مہارت، سادگی اور استقلال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور پتہ نہیں اس میں دوسری کون کون سی خوبیاں چاہیے۔“

ٹامس ہیوجز کی تصنیف ”ٹام براؤن اسکول ڈیز“ کا اقتباس

سے پورے سال کام نہیں ملتا تھا۔ سردی کے موسم میں زیادہ تر پیشہ ور کارکنوں کی حیثیت سے یا دوسرے قسم کے کاموں میں کام کرتے تھے جو کہ ایک خالی سیزن ہوتا تھا۔

شوقین لوگوں کی سماجی برتری کرکٹ رواج کا بھی حصہ بن گئی۔ شوق کے لئے کرکٹ کھیلنے والوں کا نام ”جنٹل مین“ پڑ گیا جبکہ پیشہ ور کھیلنے والے کو صرف ”کھلاڑی“ (Player) کے ادنیٰ نام سے مطمئن رہنا پڑا۔ یہ میدان کے اندر بھی مختلف دروازوں سے داخل ہوتے تھے۔ یہاں شوقین صرف بلے بازی کرتے تھے جبکہ تیز بالنگ جیسے مشکل اور توانائی لگنے والے کام کھلاڑیوں کے حصے میں آتے تھے۔ کسی حد تک یہ بھی وجہ ہے کہ اس کھیل کے قوانین نے شبہ کا فائدہ (Benefit of Doubt) ہمیشہ بلے بازوں کو ہی دیا۔ کرکٹ بلے بازوں کا کھیل اسی لیے بنا کیونکہ اس کے اصول جنٹل مین کے حق میں بنائے گئے تھے جو زیادہ تر بلے بازی کرتے تھے۔ شوقیہ کھلاڑیوں کی سماجی برتری بھی ایک ایسی وجہ تھی کہ روایتی طور سے کرکٹ ٹیم کا بلے باز ہی کیپٹن بنتا تھا۔ اس لئے نہیں کہ بلے باز قدرتی طور سے بہتر کیپٹن ثابت ہوتے تھے بلکہ عام طور سے یہ جنٹل مین (معزز شخصیت) ہوتے تھے۔ ٹیموں کے کیپٹن، وہ چاہے کلب کی ٹیم کے ہوں یا کسی ملک کی ٹیم کی طرف سے، ہمیشہ شوقین کھلاڑی ہی ہوتے تھے۔ 1930 کے دہے میں پہلی بار ہی انگریزی ٹسٹ ٹیم کی سربراہی کرنے کا موقعہ پیشہ ور کھلاڑی یارک شائر کے بلے باز لین ہٹن کو ملا۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ ”واٹرلو کی جنگ ایٹن کے کھیل میدان میں جیتی گئی تھی“۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فوجی کامیابی پبلک اسکولوں میں تربیت یافتہ طلباء کی اقدار کی بنا پر جیتی گئی تھی۔ ایٹن ان میں مشہور امریکن اسکول تھا۔ انگریزی بورڈنگ اسکول ایک ایسا ادارہ تھا جو ملٹری، سول سروس (سرکاری ملازمت) اور چرچ میں خدمات کے لئے انگریز لڑکوں کو تربیت دیتا تھا جو شاہی انگلینڈ کے تین عظیم ادارے تھے۔ انیسویں صدی کی ابتدا تک مشہور رہی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھامس ارناڈ کا جو جدید پبلک اسکول نظام کے بانی تھے، خیال تھا کہ کرکٹ جیسا ٹیم کی شکل میں کھیلا جانے والا کھیل کرکٹ اور رگبی صرف آؤٹ ڈور کھیل ہی نہیں تھے بلکہ انگریز لڑکوں کو نظم و ضبط، حفظ مراتب کی اہمیت، مہارتوں، احترام اور رہنمائی کے ضابطے سکھانے کا ایک ایسا منظم طریقہ تھا جس نے برٹش سلطنت کے قیام اور اُس کے نظام کو چلانے میں مدد کی۔ وکٹوریائی سلطنت سازوں کا یہ دعویٰ تھا کہ دوسرے ممالک کی فتوحات بے غرض سماجی خدمات کا نتیجہ تھی کیونکہ یہ مفتوح اور پسماندہ لوگ برطانوی قانون اور مغربی علوم سے ربط میں آنے کے بعد ہی مہذب بن سکتے تھے۔ کرکٹ ایک ایسا کھیل ثابت ہوا جس نے شوقین مزاحیہ کونصیب العین کی عظمت بتاتے ہوئے انگریز اعلیٰ طبقے کی خودی کے اس جذبے کو مستحکم کرنے میں مدد کی جہاں کرکٹ جیت یا نفع حاصل کرنے کے لئے نہیں کھیلی جاتی تھی بلکہ اس کو ایماندارانہ کھیل کے جذبے (Spirit of fairplay) سے کھیلا جاتا تھا۔

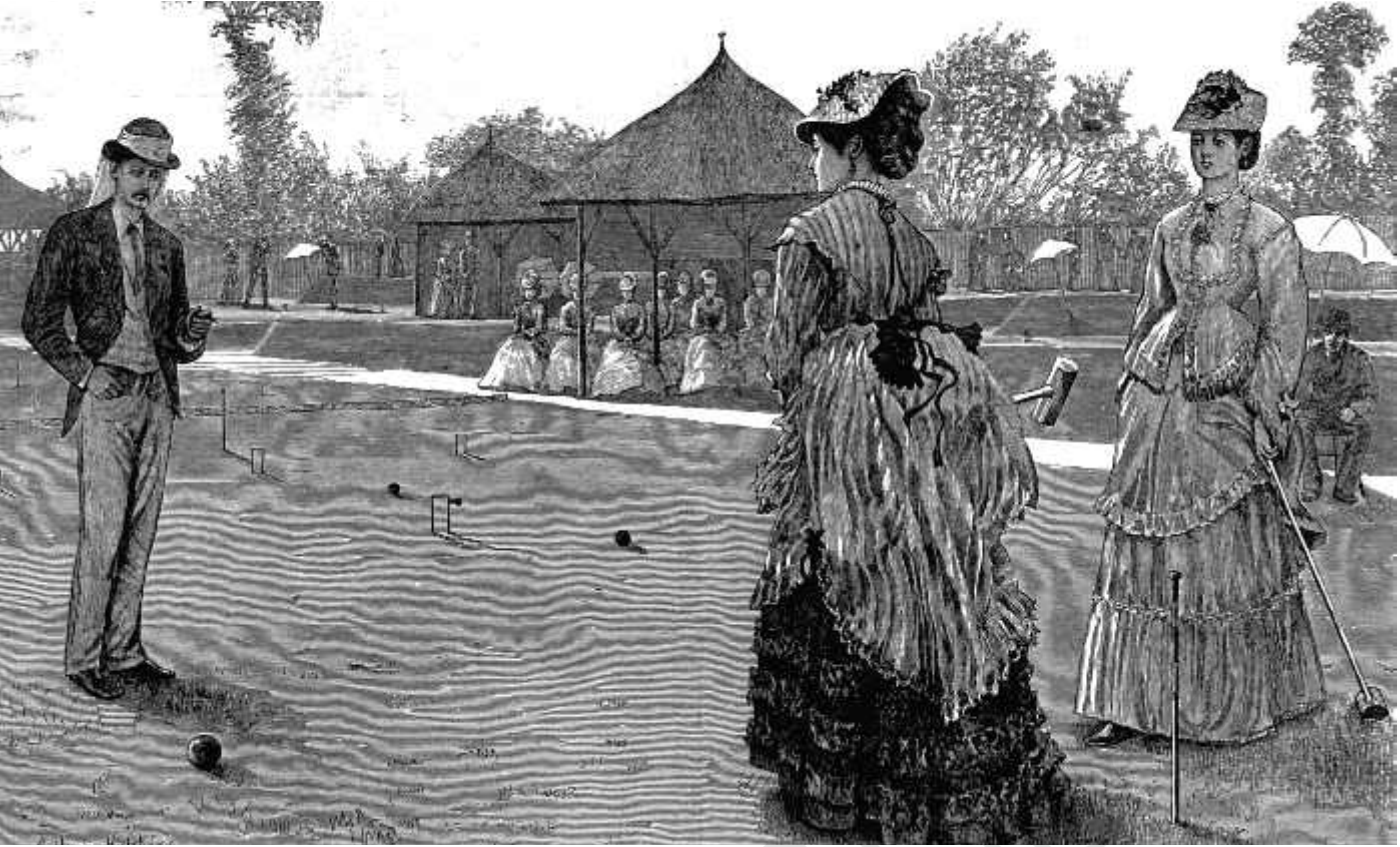
حقیقت تو یہ ہے کہ نیپولین جنگیں اسکاٹ لینڈ اور ویلز کے لوہے کے کارخانوں اور لندن شہر کے دولت مند گھرانوں کی معاشی مدد کی وجہ سے جیتی گئی تھیں۔ یہ تجارت اور صنعت میں انگریزوں کی پیش رفت تھی جس نے برطانیہ کو دنیا کی عظیم ترین طاقت بنا دیا لیکن انگریز حکمران طبقے کو یہی خیال اچھا لگتا تھا کہ دنیا میں اُن کی سیرت کے پس پردہ رہائشی درسگاہوں میں تربیت یافتہ بچے اور کرکٹ جیسے شریفانہ کھیل کھیلنے والے یہی نوجوان ہیں جنہوں نے زندگی کے ہر میدان میں توازن کو برقرار رکھا۔

نئے الفاظ:

حفظ مراتب: درجے اور رتبے کے ذریعے منظم زندگی۔



شکل: 7. مشہور پبلک اسکولوں ایٹن اور ہیرو کے درمیان لارڈ میں کرکٹ میچ: جبکہ گیم جہاں کہیں بھی کھیلا جاتا تھا بظاہر ایک جیسا ہوا کرتا تھا لیکن بھیڑ ایک جیسی نہیں ہوتی تھی۔ غور کیجیے کہ کس طرح گیم کا پرکلاس سماجی کردار جنٹلمین، بالر کی ہیٹ اور دھوپ سے بچانے کے لیے چھتریوں کے استعمال کے ساتھ خواتین پر توجہ دینے کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ السٹر یٹن لندن نیوز، جولائی 20، 1872



شکل: 8. خواتین کے لیے کرکٹ نہیں بلکہ کروکٹ (گھاس کے قطعے پر کڑی کی گیندوں سے کھیلا جانے والا کھیل) عورتیں کے کھیلوں کو اس طرح نہیں وضع کیا گیا تھا جو کہ سخت ہو اور جو مسابقتی مشق برپا ہو۔ کروکٹ ایک دھیمی رفتار اور شائستہ کھیل تھا جو خواتین بالخصوص اعلیٰ طبقہ کی خواتین کے لیے موزوں سمجھا جاتا تھا۔ کھیلنے والی خواتین کے لمبے لمبے لباس، آرائشی جھالروں اور ٹوپوں سے ان کے کھیل کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ السٹر ٹیڈ لندن نیوز، جولائی، 20، 1872

مآخذ:

لڑکیوں کیلئے کھیل؟

انیسویں صدی کے آخری حصے تک لڑکیوں کی جسمانی مشقت کے لئے کھیل ان کی تعلیم کا حصہ نہیں تھے۔ ڈوروتھی ہیل نے جو 1858 سے 1906 تک چیلٹن ہیم لیڈز کالج کی پرنسپل تھی، 1864 میں اسکولوں کے انکوائری کمیشن کو رپورٹ کی۔

”یہ شدید جسمانی کسرت جو لڑکے کے کرکٹ وغیرہ جیسے کھیلوں میں کرتے ہیں، لڑکیوں کو بھی چلنے پھرنے اور اچھل کود کے ذریعہ آسانی حاصل ہونی چاہیے۔“

1890 کے دہے میں آکر اسکول سے لڑکیوں کے لیے کھیل وغیرہ کے میدان کے راستے ہموار ہونے لگے اور لڑکیوں کو اب ان کھیلوں میں ہاتھ آزمائے کا موقع ملنے لگا جنہیں لڑکوں کا کھیل مانا جاتا تھا۔ لیکن مقابلے میں ان کی شرکت کو اب بھی سراہا نہیں گیا۔ مسز ہیل نے 94-1893 میں اسکول کونسل کو لکھ بھیجا۔

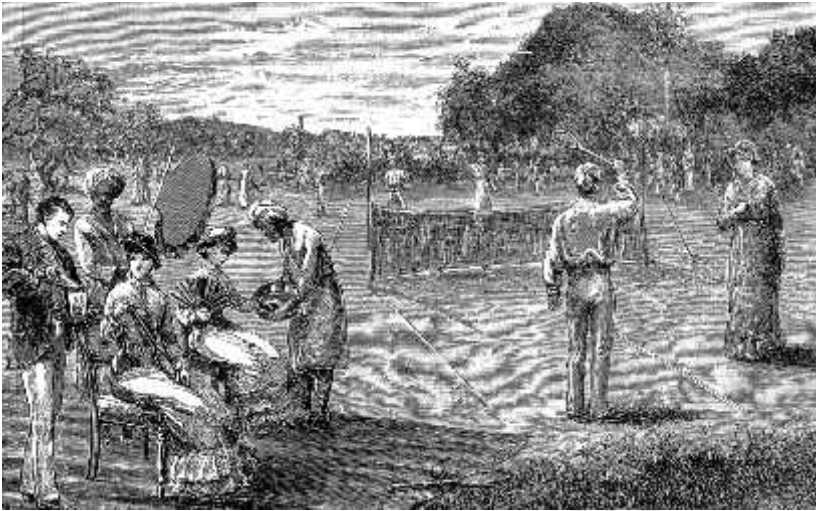
میں اس سلسلے میں متفکر ہوں کہ لڑکیاں اپنے اوپر زیادہ جسمانی بار ڈالیں یا کسرت کے مقابلوں میں حصہ لیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم دوسرے اسکولوں کے خلاف لڑکیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کراتے۔ میرے خیال میں لڑکیوں کے لئے بہتر یہی رہے گا کہ وہ علم نباتات، علم الارضیات وغیرہ میں دلچسپی لیں اور سیر و تفریح کے لئے کھلے مقامات پر نہ جائیں۔“

”لیٹ وکٹورین گرلز پبلک اسکول میں کھیل: پلے آپ، پلے آپ اینڈ پلے دی گیم“، کیتھلین ای۔ مک کروں سے ماخوذ۔

سرگرمی

انیسویں صدی کی لڑکیوں کا کھیل کود کا نصاب ہم کو اس کردار کے بارے میں کیا بتاتا ہے جو لڑکیوں کے لئے موزوں سمجھا جاتا تھا۔

ایک طرف توہاکی اور فٹبال کے کھیل بین الاقوامی کھیل بنے جو تمام ممالک میں کھیلے جاتے تھے، لیکن کرکٹ کا کھیل نوآبادیاتی بنارہا جو ان ہی ممالک تک محدود تھا جو کبھی برٹش سلطنت کا حصہ تھے۔ کرکٹ صنعتی دور سے پہلے کے نرالے پن کے وجہ سے اس کی برآمدگی کرنا مشکل تھی۔ اس کی جڑیں صرف ان ہی ممالک میں مستحکم ہوئیں جن پر انگریزوں نے فتح پائی تھی اور ان پر حکومت کی تھی۔ ان نوآبادیات میں کرکٹ یا تو سفید فام آبادکاروں کے ذریعہ عام حمایت کی وجہ سے مستحکم ہوئی (جیسا کہ جنوبی افریقہ، زمبابوے، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ویسٹ انڈیز اور کینیا میں) یا پھر ان شرفاؤں کی مدد سے جو اپنے نوآبادیاتی آقاؤں کی عادتوں کی نقل کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ ہندوستان میں۔ جبکہ انگریز شاہی افسران نے نوآبادیات میں کرکٹ کو متعارف تو کیا لیکن انہوں نے اس کھیل کو پھیلانے میں بالکل مدد نہیں کی۔ خاص طور سے اپنی نوآبادیات میں جہاں سلطنت کی رعایا عام طور پر غیر سفید فام تھی مثلاً ہندوستان



شکل 9: نوآبادیاتی ہندوستان کے میدانوں میں ٹینس کی ایک شام۔

نور کیجیہ کہ کس طرح آرٹسٹ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ گیم تفریح کے ساتھ ساتھ مشق کے لیے بھی ہے۔ مرد اور عورتیں ایک ساتھ کھیل کی تفریح کے لیے کھیل سکتی ہیں نہ کہ مقابلہ کے لیے۔ گرافک فروری 1880 سے ماخوذ

اور ویسٹ انڈیز میں۔ یہاں کرکٹ کھیلنا اعلیٰ سماجی اور نسلی رتبے کا علامت بن گیا، اور افریقی کیریبائی آبادی کو منظم کرکٹ کلب میں شرکت کرنے سے باز رکھا جاتا تھا جس پر سفید فام شجر کاروں اور ان کے ملازمین کا تسلط تھا۔ اُنیسویں صدی کے آخری حصہ میں غرب الہند (ویسٹ انڈیز) کے اندر پہلے غیر سفید فام لوگوں کا کلب قائم ہوا اور اس میں بھی اُس کے ممبران گندمی رنگ والے ملاٹو (مخلوط یورپی۔ نیگرو نسلی کی اولاد) تھے۔ اس طرح سے، اگرچہ کالے لوگوں کی ایک بڑی تعداد سمندری ساحل، سنسان گلیوں اور پارکوں میں غیر رسمی کرکٹ کھیلتے تھے، تاہم 1930 کے دہے تک کلب کرکٹ پر سفید فام اعلیٰ طبقے کا ہی تسلط قائم رہا۔



شکل 10: تفریح کے لیے ایک آرام سے کھیلا جانے والا گیم جو کہ ہماریہ کے عقب میں کھیلا جا رہا ہے۔ تصویر میں پولیس کے آس پاس جن ہندوستانیوں کی تصویر نظر آرہی ہے وہ غالباً ملازمین کی ہے۔

نئے الفاظ:

ملاٹو: یورپی اور نیگرو نسل کے مخلوط لوگ۔



شکل: 11. جمالیائی سلسلے میں کسی گاؤں میں ہندوستانیوں کے ذریعہ کھیلا جانے والا کام چلاؤ کرکٹ گیم (1894)
شکل 10 سے مختلف یہاں کھلاڑی ہاتھ سے بنے بلوں اور وکٹوں سے کھیل رہے ہیں جن کو لکڑی سے کاٹ چھانٹ کر بنایا گیا ہے۔

ویسٹ انڈیز میں کرکٹ کے سفید فام اعلیٰ طبقہ کی امتیاز پسندی کے باوجود، یہ کھیل کیریبائی خطے میں بے حد مقبول ہوا۔ کرکٹ میں کامیابی نسلی مساوات اور سیاسی ترقی کا پیمانہ بن گئی۔ اپنی آزادی کے موقع پر فورس برن ہیم اور ایرک ولیمز جیسے بہت سے سیاسی لیڈروں نے اس کھیل میں خودداری اور بین الاقوامی استحکام کے موقع کو بھانپ لیا تھا۔ جب 1950 میں ویسٹ انڈیز نے سفید فام انگریزوں کے خلاف پہلی ٹسٹ سیریز جیتی، اس کو قومی تہوار کی حیثیت سے منایا گیا، گویا کہ وہ گوروں سے کم نہیں ہیں۔ اس عظیم فتح کے ساتھ دو ستم ظریفیاں وابستہ تھیں۔ پہلی یہ کہ غرب الہند کی ٹیم کا کیپٹن ایک سفید فام کھلاڑی تھی۔ 1960 میں ویسٹ انڈیز کی ٹسٹ ٹیم کی رہبری ایک سیاہ فام کھلاڑی نے اُس وقت کی جب فرینک وارل کو کیپٹن بنایا گیا۔ دوسری یہ کہ ویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم نے صرف ایک ملک کی نمائندگی نہیں کی بلکہ متعدد ملک محروسہ کی، جو بعد میں آزاد ملک بنے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ویسٹ انڈیز نے صرف کرکٹ کے میدان ہی میں یک جہتی کا ثبوت دیا ہے جب کہ دوسرے میدان میں اُن کی یہ کوشش ناکام رہی ہے۔



شکل: 12. لیکسٹرنٹائن ویسٹ انڈیز کے معروف کرکٹروں میں سے ایک

کھیل کے رسیا جانتے ہیں کہ کھیل دیکھنے میں وہ کسی نہ کسی ٹیم کی طرف سے ہیں۔ رنجی ٹرافی میچ میں جب دہلی، ممبئی کے خلاف کھیلتی ہے تو تماشاخیوں کی وفاداری اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ اُن کا تعلق کس شہر سے ہے یا وہ کس کی حمایت کریں گے۔ جب ہندوستان پاکستان کے خلاف کھیلتا ہے تو بھوپال یا چنئی میں ٹیلی ویژن پر دیکھنے والے ناظرین ہندوستانیوں کی حیثیت سے کھیل میں دلچسپی لیتے ہیں اور وہ قوم پرستانہ وفاداریوں سے متاثر ہو کر اپنے ملک کی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن ہندوستانی اوّل درجہ کرکٹ کی ابتدائی تاریخ کی ٹیمیں جغرافیائی اصولوں پر منظم نہیں تھیں اور آخر 1932 کے آنے تک ہی ایک قومی ٹیم کو کسی ٹسٹ میچ میں ہندوستان کی نمائندگی کا حق حاصل ہوا۔ اس لئے سوال یہ ہے کہ ایک باقاعدہ قومی ٹیم بننے سے پہلے ٹیمیں کس طرح سے منظم کی جاتی تھیں اور ساتھ ہی کسی قومی یا علاقائی ٹیموں کی غیر موجودگی میں کرکٹ کے رسیا اپنی طرفداری کیسے چنتے تھے؟ یہ تلاش کرنے کے لئے کہ ہندوستان میں کرکٹ نے کس طرح ترقی کی اور اُن وفاداریوں کا اندازہ لگانے کے لئے جنہوں نے برٹش راج کے زمانے میں ہندوستانیوں کو متحد اور تقسیم کیا، یہ ایسے سوالات ہیں جن کے جواب کے لئے ہم تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں۔

2.1 کرکٹ، نسل اور مذہب

نوآبادیاتی ہندوستان میں کرکٹ نسل اور مذہب کے اصولوں پر منظم کی گئی تھی۔ کرکٹ کا سب سے پرانا ریکارڈ ہم 1721ء سے ہندوستان میں کھیلی گئی کرکٹ کے ذریعہ ملتا ہے جو تفریحی کرکٹ کا ایک ایسا حال ہے جس کو کبجے کے ریتیلے ساحل پر انگریزی ملاح کھیلا کرتے تھے۔ پہلا ہندوستانی کلب کلکتہ کرکٹ کلب تھا جو 1792 میں قائم ہوا تھا۔ پوری اٹھارہویں صدی کے دوران ہندوستان میں کرکٹ مکمل طور سے تمام سفید فام لوگوں کے کلبوں اور جم خانوں میں برٹش فوجی اور سرکاری ملازمین کھیلا کرتے تھے۔

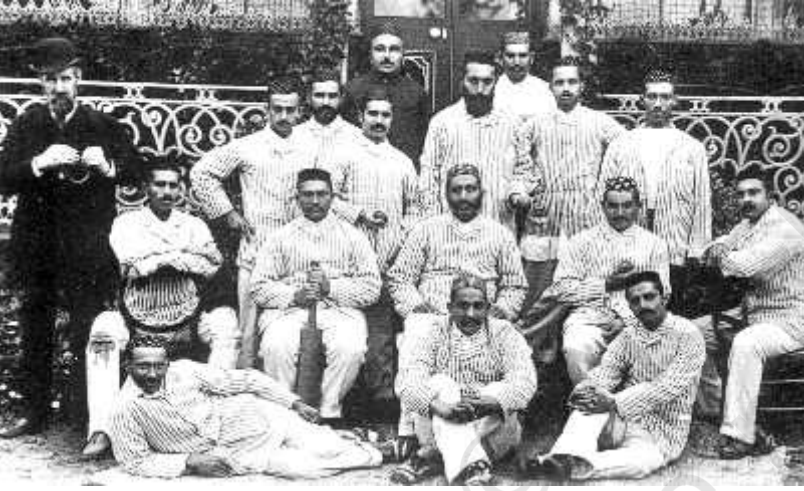
معنی الفاظ:

ممالک محروسہ: تاج برطانیہ کے تحت حکومت خود اختیاری کے علاقے۔

ان کلبوں کا عوام سے دور رہ کر کرکٹ کھیلنے کے شوق کا سامان تو تھا ہی، ساتھ ساتھ ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران اجنبیت، بے چینی اور خطرات سے فرار کا ایک ذریعہ بھی۔ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہندوستانیوں میں اس کھیل کو کھیلنے کی صلاحیتیں ہی نہیں ہیں اور یقینی طور سے وہ یہ کھیل کھیلنے کے لئے بنے ہی نہ تھے۔ لیکن وہ کھیلے اور انہوں نے اپنے کھیل کی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

ہندوستانی کرکٹ کی ابتدا، یعنی اس کھیل کو ہندوستانیوں نے کھیلنا کب شروع کیا، ممبئی میں ہوئی جہاں پارسیوں کے چھوٹے سے طبقہ نے سب سے پہلے یہ کھیل کھیلنا شروع کیا اور جو پارسی کہلاتے تھے۔ تجارت میں دلچسپی کی وجہ سے انگریزوں کے ساتھ سب سے پہلے ان کی قربت ہوئی۔ پارسیوں نے 1848 میں ممبئی میں اور نیٹل کرکٹ کلب کے نام کا پہلا کرکٹ کلب قائم کیا۔ پارسی کلبوں کو ٹاٹا اور وڈیا جیسے پارسی صنعتی گھرانوں نے مالی امداد کی تھی۔ ہندوستان میں موجود سفید فام اعلیٰ طبقے نے ان جو شیلے پارسیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ سفید فام لوگوں کے واحد ممبئی جتنا کلب اور پارسی کھلاڑیوں کے درمیان ایک پبلک پارک کے استعمال کو لیکر جھگڑا ہو گیا۔ پارسیوں کی شکایت یہ تھی کہ پارک کرکٹ

کے لئے موزوں نہ تھا کیونکہ ممبئی جتنا کلب کے پولو کے گھوڑوں نے پارک کی اوپری سطح کو اُدھیر کر رکھا تھا۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ نوآبادیاتی عہدے دار اپنے سفید فام ہم وطنوں کے حق میں تعصب رکھتے ہیں تو پارسیوں نے کرکٹ کھیلنے کے لئے خود اپنے جتنا نے کی تعمیر کر لی۔ پارسیوں اور ان نسل پرست ممبئی جم خانہ کلب کے درمیان رقابت کا انجام ان ابتدائی کرکٹ شروع کرنے والوں کے حق میں نہایت خوش گوار ہوا۔ 1885 میں انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے ٹھیک چار سال بعد، 1889 میں ایک پارسی ٹیم نے ممبئی جتنا کلب کو کرکٹ میں ہرا دیا۔ انڈین نیشنل کانگریس ایک ایسی خوش قسمت تنظیم تھی جس کو اپنے ابتدائی دور میں عظیم پارسی مددگار و ذی فہم دادا بھائی نوروجی جیسے عظیم رہنماؤں کی سرپرستی حاصل تھی۔



شکل: 13. پہلی پارسی انڈین کرکٹ ٹیم جس نے 1886 میں انگلینڈ کا دورہ کیا۔
غور کیجیے کہ وہ روایتی کرکٹ کے فلائین کے بنے لباس اور پارسی ٹوپی پہنے ہوئے ہیں۔

پارسی جتنا کا انعقاد دوسرے ایسے ہندوستانیوں کے لئے ایک نظیر بن گیا جنہوں نے مذہبی فرقے کی بنیاد پر کلبوں کا انعقاد کیا۔ 1890 کا دہا آنے تک ہندو اور مسلمان دونوں اقوام ہندو جتنا نے اور اسلام جتنا نے کے لئے پیسہ اور حمایت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئیں۔ انگریز نوآبادیاتی ہندوستان کو ایک قوم ہی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اس کو ذاتوں، نسلوں اور مذہبی فرقوں کا ایک مجموعہ سمجھتے تھے، جس کے نتیجے میں اس برصغیر کو متحد کرنے کا اعزاز بھی خود ان کو ہی حاصل ہوا۔ انیسویں صدی کے آخری حصے میں متعدد ہندوستانی ادارے اور تحریکات مذہبی فرقوں کے نظریے سے متاثر ہو کر منظم ہوئے کیونکہ نوآبادیاتی حکومت ایسی تقسیموں کی ہمت افزائی کرتی تھی اور اس لئے انہوں نے ان فرقہ وارانہ اداروں کو تسلیم کرنے میں دیر نہیں کی۔ مثال کے طور پر، جب ممبئی کے ساحل کے سامنے زمین کے لئے اسلام جتنا نے کی جانب سے ایک درخواست پر غور کیا گیا تو ممبئی پریزیڈنسی کے گورنر نے لکھا تھا:

نئے الفاظ:

تمثیل یا نظیر سابقہ کوئی ایسا عمل جو اُس کو دہرانے کے لئے ایک وجہ بن جاتا ہے۔

ذات پات اور کرکٹ

پالوکر بالو 1875 میں پونا میں پیدا ہوئے۔ یہ ایسے وقت میں پیدا ہوئے تھے جب ہندوستانیوں کو کرکٹ کھیلنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ اپنے وقت کے عظیم ترین ”سلوبالر“ تھے۔ وہ چار رنچی میچ میں ہندو کلب کی جانب سے کھیلتے تھے جو نوآبادیاتی زمانے کا ایک اہم ٹورنامنٹ تھا۔ عظیم ترین کھلاڑی ہونے کے باوجود ان کو ہندو کلب کا کیپٹن بھی نہیں بنایا گیا کیونکہ آپ کی پیدائش ایک دلت گھرانے میں ہوئی تھی اور اعلیٰ طبقے کے انتخاب کنندگان ان کے ساتھ تفریق روارکھتے تھے۔ لیکن ان کے چھوٹے بھائی وٹھل جو کہ ایک ماہر بلے باز تھے، 1923 میں ہندو کلب کے کیپٹن ضرور بنے اور یورپین کھلاڑیوں کے خلاف اسے ایسی فتح دلائی جو آج تک مشہور ہے۔ ایک کرکٹ فین نے ایک اخبار کو لکھتے ہوئے ہندو جھانے کی جہت اور چھوٹ چھات کے خلاف گاندھی جی کی جنگ کے درمیان ایک تعلق کو ظاہر کیا۔

ہندو جھانے کی فتح کا سہرا مسٹر بابو کے بھائی مسٹر وٹھل کی تقرری کے سر ہے، جو ہندوستان کے مایہ ناز بالر تھے۔ وہ ہندو ٹیم کے ایک ایسے کیپٹن ہیں جن کا تعلق اچھوت طبقے سے ہے۔ ہندو جھانے کی شاندار فتح سے جو نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹ چھات کے نظام کو مٹا کر ہی سوراج (اپنی حکومت) حاصل ہوگا، جو مہاتما کی پیشین گوئی ہے۔

اے کارنر آف اے فارین فیلڈ (A Corner of a Foreign Field) رام چندر گوبال کی تصنیف، صفحہ 161



.... ہم کو پورا یقین ہے کہ اسی نوعیت کے ایک درخواست ہم کو جلد ہی ہندو جھانے کی جانب سے بھی وصول ہوگی۔ میرے خیال میں ان درخواستوں کو نا منظور کرنے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔ لیکن ہر قوم کے اپنے اپنے جھانے کے قیام کے بعد کوئی مزید درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔“

اس خط سے یہ بات تو واضح ہے کہ نوآبادیاتی حکمران مذہبی فرقوں کو علیحدہ قوم میں تصور کرتے تھے۔ جیسا کہ اس خط سے ظاہر ہے کہ ایسی درخواستوں کو نوآبادیاتی حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ جن کو فرقہ وارانہ زمرے میں استعمال کرتے تھے۔ اور ان کی منظوری کے امکانات بھی قوی تھے۔

جھانہ کرکٹ کی اس تاریخ نے فرقہ وارانہ اور نسلی خطوط پر فرسٹ کلاس کرکٹ کو منظم کرنے کی راہیں ہموار کیں۔ وہ ٹیمیں جنہوں نے نوآبادیاتی ہندوستان کے عظیم ترین اور مشہور ترین فرسٹ کلاس کرکٹ ٹورنامنٹ کھیلے، ایسے خطوں کی نمائندگی نہیں کرتی تھیں جیسے کہ آج کی رنجی ٹرافی کرتی ہے بلکہ یہ مذہبی فرقوں کی نمائندہ تھیں۔ ابتدا میں اس ٹورنامنٹ کا نام چار پہلو یا چورنچی (Quadrangular) تھا کیونکہ اس میں چار ٹیمیں کھیلتی تھیں۔ یورپی، پارسی، ہندو اور مسلمان۔ بعد میں اس کا نام پنچ رنجی (Pentangular) اُس وقت پڑا جب اس میں پانچویں ٹیم بھی شامل ہوئی جس کا نام ”بقیہ“ (The Rest) تھا جس میں وہ تمام فرقے شامل تھے جو باقی بچے تھے۔ مثلاً ہندوستانی عیسائی، مثال کے طور پر وجے نرارے جو ایک عیسائی تھے ”بقیہ“ کی جانب سے کھیلتے تھے۔

1930 اور 1940 کے دہوں کے آخری زمانے میں صحافیوں، کرکٹ کھلاڑیوں اور سیاسی لیڈروں نے پنچ رنجی ٹورنامنٹ کو نسلی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر تنقید شروع کر دی۔ ممبئی کرانیکل اخبار کے ممتاز ایڈیٹر ایس۔ اے۔ بریلوی، مشہور ریڈیو تبصرہ نگار اے ایف ایس تلیار خاں اور ہندوستان کی محترم سیاسی شخصیت مہاتما گاندھی نے ایسے پنچ رنجی مقابلے کو فرقہ وارانہ تقسیم کا مقابلہ بتا کر مذمت کی جس کو اُس موقع پر منعقد کیا جا رہا تھا جبکہ قوم پرست، ہندوستان کے مختلف گروہوں کو متحد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ علاقائی خطوط پر ایک حریفانہ پہلا فرسٹ کلاس ٹورنامنٹ، جس کا نام ”نیشنل کرکٹ چیمپئن شپ (نیانام رنجی ٹرافی) تھا، قائم کیا گیا لیکن یہ کام بھی آزادی کے بعد صحیح طریقے سے اُس وقت ہوا جب پنچ رنجی ٹورنامنٹ ختم کر دیے گئے۔ نوآبادیاتی حکومت اور اُس کا ہندوستان میں انتشار پیدا کرنے والا نظریہ ایک ایسی چٹان تھی جس پر اُس کی تعمیر ہوئی تھی۔ یہ ایک نوآبادیاتی ٹورنامنٹ تھا جس کا زوال برٹش راج کے ساتھ ہو گیا۔

شکل: 14. پالوکر بالو (1904)

دلت خاندان کے بالو جس کی شدید مہارت نے یہ یقینی بنادیا تھا کہ اسے ٹیم سے باہر نہیں رکھا جاسکتا لیکن انھیں کیپٹن کے طور پر ذمہ داری نبھانے کی اجازت نہیں مل پائی۔

جدید کرکٹ پرنسٹون اور ون ڈے انٹرنیشنل (ODI's) کا تسلط ہے جو قومی ٹیموں کے درمیان کھیلے جاتے ہیں۔ وہ کھلاڑی جنہوں نے شہرت پائی اور جو کرکٹ شائقین کے ذہنوں پر حسین یادیں بن کر سوار ہیں، وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے ملک کے لئے کھیلا تھا۔ وہ کھلاڑی جن کو ہندوستانی شائقین پنچ رنچی اور چار رنچی دور سے یاد کرتے ہیں، اس نقطہ نظر سے خوش قسمت ہیں کہ انہوں نے ٹسٹ میچ کرکٹ میں حصہ لیا تھا۔ سی۔ کے۔ نائڈو جو اپنے وقت کے ممتاز بلے باز تھے لوگوں کی یادوں میں آج بھی زندہ

ماخذ: C

مہاتما گاندھی اور نوآبادیاتی دور کا کھیل

گاندھی جی کا یقین تھا کہ جسم اور ذہن کے درمیان توازن برقرار رکھنے کے لئے کھیل کو ضروری ہیں۔ تاہم، انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کرکٹ اور ہاکی جیسے کھیل کو انگریز ہندوستان لائے تھے جو ہماری روایتی کھیلوں کو مٹا رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کرکٹ، ہاکی اور فٹ بال جیسے کھیل مراعات یافتہ طبقے کے لئے بنے تھے۔ ان سے نوآبادیاتی ذہن بنتا ہے، اور یہ ان کھیلوں سے تعلیمی اہمیت کے لحاظ سے کمتر ہیں جو ہندوستان میں کھیلے جاتے تھے۔

مہاتما گاندھی کی تحریروں میں سے درج ذیل تین اقتباسات کا مطالعہ کیجئے اور ان کا موازنہ تھامس ارناڈ یا ہیو جز کے ٹام براؤن کے اسکول ڈیز سے کیجئے۔

”آئیے اب ہم اپنے جسم کا جائزہ لیں۔ کیا ہم روزانہ ایک گھنٹے ٹینس فٹ بال یا کرکٹ کھیل کر اپنے جسم کی نشوونما کرنا چاہتے ہیں؟ یہ کھیل یقیناً جسمانی نشوونما کرتے ہیں۔ ایک جنگلی گھوڑے کی طرح جسم مضبوط تو بنے گا لیکن اُس کو ضروری تربیت نہیں ملے گی۔ ایک تربیت یافتہ جسم صحت مند، مضبوط اور گھٹایا ہوتا ہے۔ ہاتھ پیر مطلوبہ کام کر سکتے ہیں۔ کدال، پیلے اور ایک ہتھوڑا وغیرہ ایسے زیورات ہیں جو ہاتھوں کی تربیت کرتے ہیں اور ان کو ہر چہرہ جانب گھمانے میں مدد کرتے ہیں۔ اور ایک باقاعدہ تربیت یافتہ جسم تیس میل سفر کرنے سے نہیں تھکتا۔ کیا طالب علم کو ایسی جسمانی ورزش ملتی ہے؟ میں اس بات کو زور دے کر کہتا ہوں کہ جدید نصاب اس نوعیت کی جسمانی تعلیم نہیں دیتے۔

واہٹ از ایجوکیشن؟ (What is Education?) گاندھی جی کی جمع کردہ تصانیف۔ جلد 34، 11 فروری 1926

مجھ کو بے حد حیرت اس بات پر ہونی چاہئے اور ایک ایسی حیرت جس سے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اگر مجھ کو کوئی یہ بتائے کہ ہماری مقدس سرزمین پر کرکٹ اور فٹ بال کے قدم آنے سے پہلے آپ کے بچوں کو کھیل کود کے کوئی مواقع حاصل ہی نہ تھے اگر آپ کے قومی کھیل ہیں تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کے اداروں کو اپنے روایتی کھیلوں کو دوبارہ زندہ کرنا چاہئے۔ مجھ کو علم ہے کہ ہمارے ہندوستان میں متعدد دیسی کھیل موجود ہیں جو کرکٹ اور فٹ بال جیسے ہی دلچسپ اور جو شیلے ہیں۔ اور خطرے دونوں میں ہی برابر ہیں مزید فائدہ یہ کہ یہ سستے ہیں اور ایسے دیسی کھیل کھیلنے پر لاگت بھی تقریباً نا کے برابر ہے۔

مہینہ راکالچ میں کی گئی تقریر: مہاتما گاندھی کی تصانیف کا مجموعہ، 24 نومبر 1927

”ایک صحت مند جسم وہ ہوتا ہے جو خود روح کو اپنے مطابق ڈھال لیتا ہے اور ایک ایسا اوزار ہوتا ہے جو اُس کی خدمت کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ میرے خیال میں فٹ بال کے میدانوں میں ایسے جسموں کی تعمیر نہیں ہوتی۔ ان کی تعمیر تو ناج کے کھیتوں اور فارموں پر ہوتی ہے۔ میں آپ سے اس پر غور کرنے کی درخواست کروں گا اور آپ کو میرے بیان کے ثبوت میں متعدد مثالیں مل جائیں گی۔ ہمارے نوآبادیاتی نظام میں پیدا ہندوستانی پاگل پن کی حد تک فٹ بال اور کرکٹ کی رو میں برہے ہیں۔ مخصوص حالات میں ان کھیلوں کی کچھ اہمیت ہو سکتی ہے، ہم اس سادی سی بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ بنی نوع انسان کی وہ بڑی اکثریت جو جسمانی اور ذہنی لحاظ سے طاقتور ہے، سیدھے سادے زراعت پیشہ لوگ ہی ہیں۔ ان لوگوں کے لئے یہ کھیل اجنبی ہیں اور یہی زراعت پیشہ لوگ زمین کی اصل جان ہیں۔ مہاتما گاندھی کی تصانیف کا مجموعہ: لئرس کو لکھا گیا خط: 17 اپریل 1915

ہیں۔ ابلے کی حیثیت سے منظم کی گئی تھی، نہ کہ مقتدر ممالک (اقوام) کی حیثیت سے۔ انگلینڈ اور آسٹریلیا کے درمیان پہلا ٹسٹ اُس وقت کھیلا گیا جب آسٹریلیا اب بھی سفید فام لوگوں کی نوآبادی تھی، اُس وقت اُس کی حیثیت مملکتِ محروس کے برعکس پلوٹکر وٹھل اور پلوٹکر بالو جیسے اُن کے ہم عصروں کو لوگ بھلا بیٹھے کیونکہ نائڈ زیادہ عرصہ تک کھیلے جبکہ یہ دونوں ٹسٹ کے زمانے تک کھیل کی دنیا میں اتنے سرگرم نہیں رہے۔ جب نائڈ وٹھل نے 1932 میں انگلینڈ کے خلاف ہندوستان کے لئے پہلے ٹسٹ میچوں میں کھیلا تھا، تو ان کا فارم اس بلندی پر نہیں تھا۔ لیکن ہندوستانی کرکٹ تاریخ میں اُن کا مقام اپنی جگہ مستحکم اس لئے ہے کہ کیونکہ وہ ملک کے پہلے ٹسٹ کیپٹن بنے۔

ہندوستان ایک آزاد ملک بننے سے پندرہ سال پہلے، 1932 میں ٹسٹ کرکٹ کی دنیا میں داخل ہوا۔ یہ اس وجہ سے ممکن تھا کیونکہ 1877 میں اپنی ابتدا سے ٹسٹ کرکٹ برٹش سلطنت کے مختلف حصوں کے درمیان ایک مقاصد کی حکومت خود اختیاری کے برابر بھی نہ تھی۔ اسی طرح سے ویسٹ انڈیز میں واقع وہ چھوٹے چھوٹے ممالک جو مل کرویسٹ انڈیز کرکٹ ٹیم بنتے تھے، دوسری عالمی جنگ کے کافی بعد تک برٹش نوآبادیات تھے۔

3.1 نوآبادیاتی نظام کا زوال اور کھیل

آباد کاری کا زوال یا وہ عمل جس کے ذریعہ یورپین سلطنتوں کے مختلف حصے آزاد ہوئے، 1947 میں ہندوستان کی آزادی کے ساتھ شروع ہوا اور آنے والی آدھی صدی تک جاری رہا۔ اس عمل نے تجارت، کامرس، فوجی معاملات، بین الاقوامی سیاست اور ناگزیر طور پر کھیل کو دے معاملات میں برٹش اثرات کے لئے زوال کا راستہ کھول دیا۔ لیکن عمل فوری طور پر نہیں ہوا، بلکہ کرکٹ کی دنیا میں تو مابعد شاہی برطانیہ کے اثرات زائل ہونے میں اچھا خاصا عرصہ لگا۔

ہندوستانی آزادی کے بعد برٹش سلطنت کے گھٹتے اثر کے باوجود بین الاقوامی کرکٹ ضابطے بنانا امپریل کرکٹ کانفرنس (آئی سی سی) کا ہی کام تھا۔ آئی سی سی نے انٹرنیشنل کرکٹ کانفرنس کا نیا نام کافی دیر بعد 1965 میں رکھا جس پر بانی ممبران انگلینڈ اور آسٹریلیا کا ہی تسلط تھا جس کے پاس اُس کی تمام کارروائیوں پر ویٹو کا اختیار برقرار رہا۔ آخر کار 1989 میں جا کر انگلینڈ اور آسٹریلیا کی مراعات یافتہ حیثیت مساوی ممبر شپ کی حق میں ختم ہوئی۔

1950 اور 1960 کے دہوں کے دوران عالمی کرکٹ پر نوآبادیاتی اثر اس حقیقت سے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ انگلینڈ اور دوسرے کامن ویلتھ ممالک مثلاً آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ، جنوبی افریقہ کے ساتھ ٹسٹ کرکٹ کھیلنے رہے جو ایک نسل پسند ریاست تھی اور وہ نسلی علیحدگی پسندی کی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔ جس نے دوسری چیزوں کے علاوہ غیر سفید فام (جو جنوبی افریقہ کی آبادی کی اکثریت تھی) لوگوں کے داخلے کو ٹسٹ میچوں میں نمائندگی سے روک دیا۔ ٹسٹ کھیلنے والے ہندوستان، پاکستان اور ویسٹ انڈیز جیسے ممالک نے جنوبی افریقہ کا بائیکاٹ کر دیا لیکن آئی سی سی میں اُن کے پاس وہ ضروری اختیارات نہ تھے جو وہ اُس ملک کو ٹسٹ کرکٹ سے خارج کرتے۔ یہ صورت حال اُس وقت پیش آئی جب برطانیہ میں اعتدال پسند جذبات کے ساتھ ایشیا اور افریقہ کی نئی آزاد اقوام نے مل کر جنوبی افریقہ کو الگ کرنے کے لئے سیاسی دباؤ ڈالا اور انگریز کرکٹ ڈے داروں کو 1970 میں جنوبی افریقہ کے دورے کو روک دینے پر مجبور کر دیا۔

نئے الفاظ:

علیحدگی پسندی: رنگ یا نسل کی بنیاد پر (لوگوں کی) علیحدگی کرنا

4. آج کے دور میں کامرس (تجارت)، میڈیا اور کرکٹ

1970 کی دہائی ایک ایسی دہائی تھی جس میں کرکٹ کی کاپی لٹ ہو گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بدلتی دنیا کا ساتھ دینے کے لئے اس روایتی کھیل نے بھی ایک نئی شکل اختیار کی۔ اگر 1970 کا سال بین الاقوامی کرکٹ سے جنوبی افریقہ کے اخراج کے لئے قابل ذکر تھا، 1971 کا سال کرکٹ کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہوا، کیونکہ اسی سال میلورن میں انگلینڈ اور آسٹریلیا کے درمیان پہلا بین الاقوامی یک روزہ میچ کھیلا گیا۔ کھیل کی اس مختصر شکل کی بھاری مقبولیت کی وجہ سے 1975 میں پہلا عالمی کپ نہایت کامیابی کے سے کھیلا گیا۔ اُس کے بعد 1977 میں جبکہ کرکٹ ٹسٹ میچوں کا سو سالہ جشن منا رہی تھی، تب یہ کھیل ہمیشہ کے لئے بدل گیا، جس کو کھلاڑیوں یا منتظمین نے نہیں بدلا بلکہ درمیان میں ایک تیسرا رکن کوڈ پڑا تھا، جو ایک تاجر تھا۔

کیری پیکر، جو آسٹریلیائی ٹیلی ویژن کا سپہ سالار تھا، نے بہت پہلے بھانپ لیا تھا کہ کرکٹ کو ٹیلی ویژن پر دکھا کر ڈھیروں پیسہ کمائے جاسکتے ہیں۔ اس نے قومی کرکٹ بورڈوں کی مرضی کے خلاف دنیا کے جانے مانے کرکٹ کے اکیاون کھلاڑیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور تقریباً دو سال تک غیر سرکاری طور پر عالمی کرکٹ سیریز کے نام سے ٹسٹ اور یک روزہ انٹرنیشنل کو ٹیلی ویژن پر دکھایا۔، پیکر کا ”سرکس“ جسے اس وقت اسی نام سے جانا جاتا تھا دو سال تک ہی رہ پایا، لیکن ٹیلی ویژن کے شائقین کے لئے کرکٹ کو زیادہ پرکشش بنانے کے لئے جو نیا پن اُس نے شروع کیا تھا، وہ جاری رہا اور کھیل کی نوعیت کو اس نے مکمل طور پر بدل ڈالا۔

رنگین لباس، فیلڈنگ بندشیں، حفاظتی ہلمٹ، روشنی جلا کر لائٹ میں کرکٹ کھیلنا یہ سب، پیکر کے بعد کھیل کا ایک معیاری حصہ بن گئے۔ پیکر نے یہ ثابت کر دیا کہ کرکٹ ایک قابل فروخت کھیل ہے جس سے بھاری رقم پیدا کی جاسکتی ہے۔ ٹیلی ویژن کمپنیوں کو ٹیلی ویژن حقوق فروخت کر کے کرکٹ بورڈ مالامال ہو گئے۔ مزید ٹیلی ویژن چینلوں نے کمپنیوں کو ٹیلی ویژن کے اشتہارات فروخت کرنے کے ذریعہ کافی رقم کمائی۔ یہ کمپنیاں کرکٹ سے بندھے ہوئے سامعین کو اپنی مصنوعات کی فروخت کے لیے ٹیلی ویژن پر نشر کیے جانے والے اشتہاروں پر ایک بڑی رقم ادا کر کے خوش تھیں۔ ٹیلی ویژن پر کھیل کے مسلسل مظاہرے نے شہرت یافتہ اُن کھلاڑیوں کو بھی مالامال کر دیا جو کرکٹ بورڈوں سے ملی رقم کے علاوہ ٹیلی ویژن پرنٹرزوں سے لے کر کولاتک کی مختلف مصنوعات کے اشتہارات دینے کے ذریعہ اب اور بھی زیادہ دولت کما رہے تھے۔

ٹیلی ویژن نشریات نے کرکٹ کی نوعیت کو بھی بدل کر رکھ دیا۔ اس نے چھوٹے چھوٹے قصبات اور گاؤں میں بھی کرکٹ دکھانا نظریں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ اس نے (ٹیلی ویژن) کرکٹ کی سماجی جڑیں کو بھی وسیع کیا۔ وہ بچے جن کو پہلے کبھی بین الاقوامی کرکٹ دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا، کیونکہ یہ ایسے

شہروں سے دور تھے جہاں اونچے درجے کی کرکٹ کھیلی جاتی تھی۔ وہ بچے اب ٹیلی ویژن پر اپنے ہیروز کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھ سکتے تھے۔

سٹیلا نٹ ٹیلی ویژن ٹکنالوجی اور بین الاقوامی ٹیلی ویژن کمپنیوں کی عالمی رسائی نے کرکٹ کے لئے پوری دنیا میں مارکیٹ مہیا کر دی۔ اس ٹکنالوجی کے توسل سے سڈنی میں ہونے والا کرکٹ میچ گھر بیٹھے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس سادی سی حقیقت نے کرکٹ میں طاقت کا توازن ہی بدل کر رکھ دیا۔ یہ ایک ایسا عمل تھا جس کی ابتدا برٹش سلطنت کے زوال کے ساتھ شروع ہو چکی تھی۔ اب عالم کاری نے اس عمل کو مدلل طریقے سے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ کیونکہ ہندوستان میں کرکٹ کھیلنے والے ممالک کے مقابلے کھیل دیکھنے والوں کی سب سے بڑی تعداد ہے اور کرکٹ کی دنیا میں سب سے بڑی مارکیٹ ہے، اس طرح سے مغرب کے بجائے اب مغربی ایشیا مرکز نقل بن گیا۔ اس کی جیتی جاگتی مثال ہمیں اس وقت ملی ہے جب لندن سے ICC کا ہیڈ کوارٹر ٹیکس فری دئی میں منتقل کر دیا جانا ہے۔

کرکٹ میں مرکز نقل پرانے اینگلو آسٹریلین سے دور جانے کا اندازہ ہم اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ کرکٹ کی نئی ٹکنیکیں برصغیر ہند یعنی ہندوستان، پاکستان اور سری لنکا جیسے ممالک میں ٹیموں کی پریکٹس کی وجہ سے پاکستان نے بالنگ کے اندر دو بڑی ترقیات کیں جو دوسرا اور رورس سوئنگ کے نام سے جانی گئیں۔ یہ دونوں ایجادات برصغیر ہند میں کرکٹ کی فضا کی پیداوار ہیں۔ دوسرا، اُن ماہر بلے بازوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تھی جن کے ہاتھ میں جدید طرز پر بنے بیٹ تھے اور جو اسپین بالنگ کو بے اثر کر دیتے تھے۔ اور رورس سوئنگ اس لیے تھی کہ تیز دھوپ میں دھول اڑتی بے جان بچوں پر تیز گیندیں گھمائی جاسکیں۔ ابتداء میں تو ان دونوں ترکیبوں کو برطانیہ اور آسٹریلیا نے شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا جس کے بارے میں اُن کا یہ خیال تھا کہ بالنگ کے یہ دونوں طریقے کرکٹ قوانین کی ایک غیر قانونی نئی شکل تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ بات تو تسلیم ہی کی گئی کہ کرکٹ قوانین کھیل کے انگریزی یا آسٹریلیائی شرائط کے مطابق جاری نہیں رہ سکتے اور اس کے بعد، دنیا میں ہر جگہ یہ دونوں طریقے تمام بالروں کے لئے ٹکنیک کا ایک حصہ بنے۔

آج اس کو ڈیڑھ سو سال گزر چکے ہیں جب پہلے ہندوستانی کرکٹ پارسیوں نے کھیلنے کے لئے میدان حاصل کرنے کی جدوجہد کی تھی۔ آج عالمی بازار میں ہندوستانی کرکٹ کھلاڑیوں کی حیثیت سب سے زیادہ رقم حاصل کرنے والوں کی ہے۔ آج کھیل کے مشہور ترین کھلاڑیوں کے لئے پوری دنیا ایک اسٹیج ہے جہاں وہ اپنے کھیل کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ تاریخ جس نے کرکٹ کی یہ کاپلٹ کی، چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں سے مل کر بنی ہے۔ مثلاً ملازم پیشہ ور کھلاڑیوں کی جگہ باعزت شوقین کھلاڑیوں کا میدان میں آنا، مقبولیت کی اصطلاح میں ٹسٹ کرکٹ کی بجائے ایک روزہ میچوں کی فتح کیونکہ انہوں نے ٹسٹ میچوں کو پس پردہ میں ڈال دیا اور عالمی تجارت اور ٹکنالوجی میں آئی ایسی تبدیلیاں جو قابل ذکر ہیں۔ تاریخ کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ زمانے کے ساتھ ساتھ آئی تبدیلیوں کو سمجھے۔ اس باب میں ہم نے تاریخ کے ذریعہ نوآبادیاتی کھیل کی توسیع کا ذکر کیا ہے اور یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ مابعد نوآبادیاتی دنیا میں اس نے (کرکٹ نے) خود کو کس طرح ڈھال لیا۔

منع الفاظ:

اسلوٹ - جو زیادہ استعمال میں نہ ہو

ہاکی ہندوستان کا قومی کھیل

برطانیہ میں کسی زمانے میں کھیلے جانے والے روایتی کھیلوں سے جدید ہاکی کا ارتقا ہوا۔ اسکاٹ لینڈ، میں کھیلے جانے والے کھیل، ہنٹی، اور انگلینڈ وغیرہ میں کھیلے جانے والے کھیل ہنڈی اور ایرش ہرننگ کو ہاکی کا پیش رو کہا جاسکتا ہے۔

بیشتر دوسرے جدید کھیلوں کی طرح ہاکی کو بھی نوآبادیاتی زمانے میں برٹش فوجی لائے تھے۔ 86-1885 میں کلکتہ میں ہندوستان میں پہلا ہاکی کلب شروع ہوا تھا۔ 1928 میں اولمپک کھیلوں کے ہاکی مقابلوں میں ہندوستان نے پہلی بار نمائندگی کی تھی۔ آسٹریلیا، بلجیم، ڈنمارک اور سوئزر لینڈ کو ہرا کر ہندوستان فائنل میں داخل ہوا۔ ہندوستان نے ہالینڈ کو صفر کے مقابلے میں گول کر کے کراری شکست دی۔

عظیم دھیان چند جیسے کھلاڑیوں کے شاندار کھیل اور مہارت نے ہندوستان کے لئے گولڈ میڈلوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ 1928 اور 1956 کے درمیان ہندوستان نے اولمپک کھیلوں میں لگاتار چھ گولڈ میڈل حاصل کئے۔ ہندوستانی بالادستی کے اس سنہری دور میں ہندوستان نے 24 اولمپک میچ کھیلے، جن میں تمام 24 میچ جیتے، 178 گول کئے۔ (اوسط 7.43 گول فی میچ) اور صرف 7 گول کھائے۔ ہندوستان نے دوسرے دو گولڈ میڈل 1964 ٹوکیو اولمپک میں اور 1980 ماسکوا اولمپک میں حاصل کئے۔

پولو فوجی اور ایتھلیٹ نو جوانوں کے لیے موزوں گیم کے طور پر بہت زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔ انگلینڈ کے پرانے کھیلوں میں سے ایک کھیل کا تجزیہ کرتے ہوئے السٹریٹ لندن نیوز کا دعویٰ تھا۔

فوجی لوگوں کے لیے مشق کے طور پر..... یہ ایک جرأت مندانہ اور شاندار کھیل تھا جو کہ نیزہ، شمشیر بازی یا بکتر بند گاڑیوں سے متعلق دوسرے ہتھیاروں کے استعمال میں، ساتھ ہی ساتھ جنگ کے میدان میں گھوڑے کی پیٹھ پر تیزی سے دایاں بائیں ہاتھ چلانے میں (جو کہ جنگ کے لیے کافی موثر ہوتا) جسمانی چستی پھرتی میں اضافہ کرنے میں مددگار ہو سکتا تھا۔

السٹریٹ لندن نیوز، 1872ء سے ماخوذ



شکل 15 - پولو ایک ایسا کھیل تھا جو کہ ہندوستان میں نوآبادیاتی افسران نے ایجاد کیا۔ اور جلد ہی جس نے مقبولیت حاصل کی۔ کرکٹ سے الگ ہٹ کر جو ہندوستان میں برطانیہ سے آئی تھی، پولو جیسے دوسرے کھیل نوآبادیات سے برطانیہ میں پہنچے جس نے اُس ملک میں اس کھیل کی نوعیت کو بدل ڈالا۔

السٹریٹ لندن نیوز سے ماخوذ 20 جولائی 1872

1. تعلیم میں کرکٹ کی اہمیت پر رگی اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور مہاتما گاندھی کے درمیان ایک مکالمے کا تصور کیجئے۔ ان دونوں میں سے ہر شخص کیا کہے گا؟ مکالمے کی شکل میں دونوں کے درمیان ہوئی بات چیت لکھئے۔
2. کسی ایک مقامی کھیل کی تاریخ معلوم کیجئے۔ اپنے والدین اور دادا دادی سے معلوم کیجئے کہ اُن کے بچپن میں یہ کھیل کس طرح کھیلا جاتا تھا۔ اب دیکھئے کہ یہ آج بھی اُسی طرح کھیلا جاتا ہے۔ اُن تاریخی وجوہات کے بارے میں سوچئے جن کی وجہ سے یہ تبدیلیاں آئی ہوں گی۔

سوالات

1. ٹسٹ کرکٹ کئی طرح سے ایک بالکل منفرد کھیل ہے۔ اُن چند طریقوں پر بحث کیجئے جن سے یہ دوسرے کھیلوں سے مختلف ہے۔ گاؤں کے کھیل کی حیثیت سے اس کی تاریخی ابتدا نے کس طرح ٹسٹ کرکٹ کو ایک مخصوص شکل فراہم کی ہے۔
2. کوئی ایک ایسا طریقہ بتائیے جس میں اُنیسویں صدی میں ٹکنالوجی کے ذریعہ ساز و سامان میں تبدیلی پیدا ہوئی اور ایک ایسی مثال بھی بتائیے جہاں اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔
3. واضح کیجئے کہ ہندوستان اور غرب الہند (ویسٹ انڈیز) میں کرکٹ مقبول کیوں ہوئی؟ کیا آپ ایسی وجوہات بتا سکتے ہیں کہ یہ جنوبی امریکہ کے ممالک میں مقبول کیوں نہیں ہوئی؟
4. مندرجہ ذیل کی مختصر وضاحت کیجئے:
 - < ہندوستان میں کرکٹ کلب قائم کرنے والا پہلا ہندوستانی فرقہ پارسی تھا۔
 - < مہاتما گاندھی نے بیچ رخی ٹورنامنٹ کی ملامت کی۔
 - < آئی سی سی کا نام امپیریل کرکٹ کانفرنس سے بدل کر انٹرنیشنل کرکٹ کانفرنس ہوا۔
 - < آئی سی سی کے صدر مقام لندن سے وہی تبدیل ہونے کی اہمیت۔
5. عصری کرکٹ کی ترقی پر ٹکنالوجی کی پیش رفت کا کیا اثر ہوا، خاص طور سے ٹیلی ویژن ٹکنالوجی کی ترقی نے کیا اثر ڈالا۔

